میرزا عبدالقادر بیدل

مطالعہ اقبال کی روشنی میں

محمد ریاض

مقام وصل نایاب است و راہ سعی نا پیدا
چہ می کردیم یا رب گر نہ بودی نا رسیدنہا؟ (بیدل)

ابو المعالی میرزا عبدالقادر بیدل (متولد عظیم آباد پٹنہ ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء اور متوفی و مدفون دھلی ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء) عظیم متاخر شاعر اور فکر انگیز فارسی رسالوں کے مصنف ھیں۔ ان کی جملہ تالیفات میں تازہ مضامین، بلند خیالی، ندرت اندیشہ کے ساتھ ساتھ زور بیان اور حقائق و معارف کا بحر مواج نظر آتا ہے۔ بیدل کی تصانیف کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے معاصرین سے لے کر موجودہ دور کے ارباب فکر سب کے لئے منبع الہام رھی ھیں۔ میرزا اسد اللہ خان غالب اور علامہ اقبال جیسے اکابرین بیدل کے فکر و فن کے بے حد مداح تھے۔ اقبال نے بیدل کے بعض اشعار پر تضمین فرمائی، نثری تحریروں میں بیدل کے بعض اشعار سے استشھاد فرمایا، چند فارسی غزلوں میں بیدل کے ظاھری سبک کا تتبع کیا، ان کی بعض مرغوب اصطلاحات کو اپنایا اور مطالعہ غالب کے ضمن میں بیدل خوانی کی اھمیت کے بارے میں اپنی صائب رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ اقبال شناسی کی خاطر یہ سب امور تحقیقی مطالعے کے متقاضی ھیں۔ ھم یہاں اس مناسبت سے اجمالی طور پر ان مباحث کو موضوع گفتگو بنا رھے ھیں مگر ھم یہ دعوی ھرگز نہیں کر سکتے کہ ھم نے اس عنوان کا حق ادا کر دیا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور سے ھی کلام بیدل کی طرف توجہ معطوف رکھی ہے اور اس کا ثبوت بانگ درا کے حصہ اول

(۱۹۰۵ء تک کے کلام) میں بیدل کے تین اشعار کو شاعر کے ذکر کے بغیر آپ کا تضمین فرمانا ہے ۔ بیدل کے کلام کو آپ اس قدر متداول جانتے تھے کہ شاعر کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ۔ ''تصویر درد'' (صفحہ ۶۳) میں بیدل کا یہ شعر ملتا ہے :

دریں حسرت سرا عمری است افسون جرس دارم
ز فیض دل تپیدنہا خروش بی نفس دارم

کلیات بیدل مطبوعہ کابل کی رو سے پہلے مصرع میں ''حسرت'' کی بجائے ''حیرت''(۱) کا لفظ ہے (اور حیرت سے بیدل کی مناسبت طبعی کا ذکر آ رہا ہے) اور ایک دوسری غزل کے مطلع میں بھی اس شعر کا مصرع ثانی بعینہ موجود ہے :

بشت بیخودی آوازہ شوق جرس دارم ز فیض دل تپیدنہا خروش بی نفس دارم (۲)

مسدس ''نالۂ فراق'' (آرنلڈ کی یاد میں صفحہ ۱۰۷-۱۰۷) میں اقبال نے بیدل کی دو غزلوں کے مطلعوں کو تضمین فرمایا ہے ۔ ایک نظم میں دو تضمینیں :

تا ز آغوش وداعش داغ حیرت چیدہ است
ہمچو شمع کشتہ در چشم نگہ خوابیدہ است

شور لیلیٰ کو کہ باز آرائش سودا کند
خاک ، مجنوں را غبار خاطر صحرا کند؟

اقبال کو بیدل کے ''نظام تحیر و حیرت'' سے بے حد لگاؤ تھا ۔ حیرت ، غور و فکر کا وہ داعیہ ہے جو عرفان و فلسفہ کا لازمہ ہے ۔ ''حیرت کی دو اقسام ہیں : ایک شک و تردید سے پیدا ہوتی ہے اور دوسری مشہور جمال کے غلبے اور وفور معرفت سے ۔ پہلی روحانی و فکری ترقی کا پیش خیمہ ہے مگر اس میں قلق و رنج کی منازل طے کرنی پڑتی ہیں ۔ تازہ دلائل حیات کی خاطر مشاہدات سے سروکار

۱ - کلیات بیدل ، جلد اول ، مطبوعہ کابل ۱۳۴۲ ش ، صفحہ ۹۱۱ -
۲ - ایضاً ، صفحہ ۸۴۳ -

رکھنا پڑتا ہے ۔ محی الدین ابن عربی اس قسم کی حیرت کو موجب ہدایت اور حیات فکری کا سد گر دانتے اور خصوص الحکم میں فرماتے ہیں :

''فالھدی ھو ان یھتدی الانسان الی الحیرۃ فیعلم ان الامر حیرۃ و الحیرۃ قلق و حرکہ و الحرکۃ حیاۃ''(۱)

فلسفہ و عرفان کی راہ پر گامزن اکثر صاحبان نظر اس قسم کی حیرت سے دو چار ہوتے ہیں ۔ حیرت کی دوسری قسم سے صوفیہ اور ''ارباب قلوب'' بہرہ مند ہیں ۔ وہ آئینۂ قلب پر مختلف تجلیات کے استتارات منعکس ہوتا دیکھتے اور ''آئینہ صفت'' حیران رہتے ہیں ۔ اقبال ان دونوں قسم کی حیرت کو بالترتیب ابو نصر فارابی یا امام فخر الدین رازی اور مولانا جلال الدین رومی کے تلازمات سے واضح فرماتے ہیں ۔ پہلی کا تعلق فلسفے سے ہے اور دوسری کا عرفان سے :

اس کشمکش میں گذریں مری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومی کبھی پیچ و تاب رازی

یا حیرت فارابی یا تاب و تب رومی
یا فکر حکیمانہ یا جذب کلیمانہ(۲)

مولانا روم بھی حیرت کی دوسری قسم (جذبۂ عشق) کے بارے میں رطب اللسان ہیں :

آدمی دید است و باقی پوست است ۔۔۔ دید آن باشد کہ دید دوست است
زیرکی بفروش و حیرانی بخر ۔۔۔ زیرکی ظن است و حیرانی نظر
جملہ تن را در گداز اندر نظر ۔۔۔ در نظر رو ، در نظر رو ، در نظر
یا نہ این است و نہ آن حیرانی است ۔۔۔ گنج باید جست این ویرانی است

میرزا بیدل کے ہاں دونوں قسم کی ''حیرت'' کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں ۔ مثنوی ''طور معرفت'' جسے بیدل نے کوہ بیراٹ کے فطری مناظر میں گھری ہوئی فضا میں دو دن کے اندر لکھا ان کی ابتدائی تصانیف میں سے ہے ۔ اس

---

۱ ۔ خصوص الحکم ، طبع بیروت ، صفحہ ۲۰۰ ۔
۲ ۔ بال جبریل ، صفحہ ۲۷-۹۲ ۔

مثنوی میں مناظر کی مصوری کے ساتھ ساتھ بیدل اپنے "تحیر و تفکر" کے ابتدائی مراحل میں نظر آتے ہیں :

کنون در کوہ بیرا تاب و رنگ است — کہ ہر سنگش بہ دل بردن فرنگ است
چگویم چیست این نقش تحیر؟ — کہ خم شد این زمان دوش تفکر
یقینم شد کہ در ہر قطرہ جانی است — نہان در ہر کف خاکی جہانی است
پس از عمری قضا می بندد این نقش — بصد خون جگر می خندد این نقش
بصد خاک آب بی تابی فرو شد — کہ گردد خون و با رنگش بجو شد
ہمان برقی کہ از جوش لطافت — بگل رنگ است و در آئنہ "حیرت"

ان کے ابتدائی دور کے کلام میں حیرت و تجسس کا امتزاج نظر آتا ہے وہ اس وسیع کائنات اور وجود انسانی کے عجائبات کے مطالعہ و مشاہدہ میں مستغرق نظر آتے ہیں :

مشت خاک تیرہ را آئنہ کردن "حیرت است"
جلوہ ای کردی کہ ما ہم دیدۂ حیران شدیم

بحر بیتاب کہ آن گوہر نایاب کجاست ؟
چرخ سرگشتہ کہ خورشید جہانتاب کجاست ؟

دیر زین غصہ در آتش کہ چہ رنگ است صنم
کعبہ زین درد سیہ پوش کہ محراب کجاست ؟

ای سمندر بہ ہوس داغ فروش آتش کو
ماہیان تشنہ بمیرند دم آب کجاست ؟

درین گلشن بہار حیرتم آئنہ دارد
اگر طاؤس شوم و گر نخل بادامم

مگر بیدل کا اصل تعلق دوسری قسم کی حیرت سے ہے ۔ یہ آئنہ "حیرت" عرفاء و صوفیہ کا خاصہ ہے اور میرزا عبدالقادر کا تخلص "بیدل" سہی مگر تھے

وہ ''با دل'' (صاحب دل) اور عرفان آمیز ''حیرت'' سے بہرہ مند — علامہ اقبال ان کے اس قسم کے نظام حیرت کے دلدادہ تھے۔ اپنی انگریزی یاد داشتوں ''افکار لغزید''(۱) (صفحہ ۸۳) مولفۂ ۱۹۱۰ء میں آپ لکھتے ہیں :

افلاطون نے کہا ہے کہ حیرت جملہ علوم کا سرچشمہ ہے مگر میرزا عبدالقادر بیدل حیرت کے جذبے کو ایک دوسرے نقطہ نگاہ سے دیکھتے اور فرماتے ہیں :

نزاکتہاست در آغوش مینا خانۂ حیرت مژہ برہم مزن تا نشکنی رنگ تماشا را

افلاطون کی پیش کردہ حیرت کی یہ اہمیت ہے کہ اس سے ہم فطرت کائنات سے ہم کلام ہو سکتے ہیں مگر بیدل کی نظر میں حیرت عقلی واردات کے ما سوا بھی اہم ہے اور اس بات کو ان کے بیان کردہ اسلوب سے زیادہ خوبصورت انداز میں بیان کرنا ناممکن ہے'' (ترجمہ) ۔ یہاں بیدل کے جس اسلوب کی طرف علامہ نے اشارہ فرمایا اسے منقولہ بالا اشعار میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ۔ ہے تو یہ بھی خیال پرستی (Idealism) مگر افلاطون سے مؤثر تر ۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں بیدل کے جس شعر کی علامہ مرحوم نے سنہ ۱۹۱۰ء میں اس قدر تعریف کی تقریباً چار پانچ سال بعد خودی کا حرکی فلسفہ پیش کرتے ہوئے اسی قدر اس مضمون سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے ۔ اسرار خودی کے دیباچے (مطبوعہ ۱۹۱۵ء) میں آپ نے لکھا تھا : ''میرزا بیدل رحمۃ اللہ علیہ لذت سکون کے اس قدر دلدادہ ہیں کہ ان کو جنبش نگاہ گوارا نہیں : نزاکتہاست ...... الخ شعر''(۲) ۔ مذکورہ موضوع پر بیدل کا ایک دوسرا شعر یوں ہے :

چشمی کہ گشائی بہ تامل گشا تا از مژہ، رنگ جلوہ پانخورد

اقبال نے اپنے مدعا کی توضیح کی خاطر یہاں بیدل کا منفی ذکر کیا ہے مگر مؤدبانہ اور ظاہر ہے کہ بیدل کا یہ عام رنگ نہیں ۔ وہ حرکت وسعی کے مؤید

---

۱ ۔ مواد Stray Reflections سے ہے ، مطبوعہ لاہور ، ۱۹۶۱ء ۔
۲ ۔ سید عبدالواحد معینی ، مقالات اقبال ، لاہور ، صفحہ ۱۵۷ ۔

ہیں اور منقولہ شعر ''عارفانہ حیرت و استغراق'' کا حامل ہے ۔ ''حیرت'' کے موضوع پر بیدل کی مثنوی ''طلسم حیرت'' کا مطالعہ از بس ضروری ہے ۔ حیرت کا موضوع بڑا وسیع ہے اور اس پر ہم ایک جداگانہ مقالہ لکھ رہے ہیں ۔ یہاں بطور تتمہ بحث حیرت کے موضوع پر غزلیات بیدل میں سے چند منتخبہ اشعار نقل کئے جا رہے ہیں ۔ امید ہے کہ ان اشعار کی روشنی میں علامہ اقبال کا مدعا مبرہن ہو جائے گا :

بی مدعا ستمکش حیرانیٔ خودیم
بیدل بدوش کس نتوان بست بار ما

حیرت طرازی است نیرنگ سازی است
تمثال اوہام آئینۂ دنیا

از بس گرفته است تحیر عنان ما
دارد ہجوم آئنه اشک روان ما

بیدل نفس سوختۂ ما چه فروشد
حیرت همه جا تخته نمود است دکانها

در بیان تحیرتم ز چشم ما مخواہ
بی نیاز از اشک می دان دیدۂ تصویر را

حسن ہر جا دست بیداد تجلی وا کند
نیست جز ''حیرت'' کسی فریاد رس آئنه را

حسرت منزل جنون ایجاد چندین جستجو
شام گردد صبح تا گونه شود شبگیر ما

گوہر عرض حباب آئنه دار حیرت است
ای طلسم دل عبث گل کردۂ بیدل چرا؟

پر تو حسن تو ہر جا شد نقاب افگن در آب
گشت ہر موج شمع حسرتی روشن در آب

همچو شبنم نیست در آشوب گاه این چمن
گوشهٔ امنی بغیر از دیدهٔ حیران ما

من این نقشی که می بندم بقدرت نیست پیوندم
زبان حیرت انشایم به موهومی قسم دارد

تحیر گلشن است اما که دارد سیراسوارش ؟
خموشی بلبل است اما کی می فهمد زبانش را ؟

این نهال باغ حسرت از چه حرمان آب داشت
درد پیش آمد بهر جا نام بیدل بوده اند

حیرت ما از درشتیهای وضع عام است
دهر تا کهسار شد آئنه می جوشیم ما

حیرتی دارم ز اسباب جهان در کار و بس
نقش دیوار است چون آئینه رخت خانه ام

در تماشایت همین مژگان تحیر ساز نیست
هر بن مو چشم قربانی است حیران ترا

دل چیست ؟ نداست اقتباس حیرت
ما تم کدهٔ یأس و اساس حیرت

سیماب را ز آئنه پای گریز نیست
دارد تحیرم به قفس اضطراب را

هر گاه گرفته ام عیار نقش
آئینه سیه کو ده لباس حیرت

شفیع جرم مهجوران بجز "حیرت" چه می باشد
بحق دیدهٔ بیدل که ما را آن لقا بنما

غیر تحیرد گرده یکجا بردن است
پشه بی بال را دعوی اوج عقاب

رمز دو جهان از ورق آئنه خواندیم
جز گرد تحیر رقمی نیست درینجا

شوخئی رعد از طنین پشه دام حیرتست
ذره و اظهار خورشیدی حیرتست

سواد نسخهٔ دیدار اگر روشن توان کردن
باب حیرت آئنه باید شست دفتر ها

ناله بی کز ساز موهوم نفس آید بگوش
هوش اگر محروم نوا باشد پیام حیرتست

حیرت ما حسن را افسون عشق جلوه هاست
همچو آئنه بیاض خوش قلم داریم ما

بر خموشی زن زباندان دو و دیوار باش
چشم تو حیران تماشا خانه اسرار باش

شمع خموش انجمن داغ حیرتیم
خمیازهٔ خمار نظر بی کیشم ما

بیدل این حیرت مرا از نقش قدرتهاست
ذره از سامان مهر و قطره از دریا پر است

چشم تحیر آئینه نقش پای تست
مسند خالی از قدمت این رکاب را

بی محبت از خاک صحرای محبت نگذری
کعبهٔ ویران مجنون آخر از لیلی پر است(۱)

---

۱ - کلیات بیدل ج ۱ ، ص ۸۴-۲۷-۵۵۰-۵۲۳ ، ج ۲ ، ص ۹-۸۴-۸۳ ، اور ج ۳
میں مثنوی "طلسم حیرت" ۔

منتخبہ اشعار میں ''حباب'' اور ''آئینہ'' کا استعمال قابل غور ہے۔ مشہور بیدل شناس ڈاکٹر عبدالغنی نے بیدل کی ان خصوصی امور پر سیر حاصل بحث کی ہے (۱): بیدل کے ہاں ''حباب'' صوفیہ کے ضبط نفس اور تحفظ احوال و مقامات کی خاطر استعمال ہوا ہے جبکہ ''آئینہ'' بوجوہ متعدد ''حیرت'' کا آئینہ دار ہے۔ ''بہار عجم'' اقبال کے پسندیدہ(۲) لغت میں ''آئینہ'' کے گونا گوں معانی مندرج ہیں۔ بیدل نے پریشان نظری اور عارفانہ حیرت کی خاطر اس لفظ کا باوفور استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

عرض مطلب دیگر و اظہار صنعت دیگر است
بیدل از آئینہ نتوان ساخت وضع جام را

زین عرض جوہری کہ در آئینہ دیدہ ایم
خط بر جریدہ ہای ہزبی کشیم ما

صوفیہ کے ہاں ''آئینہ'' قلب مصفیٰ کا مثیل استعمال ہوتا ہے۔ مولانائے روم کا ارشاد ہے:

عشق خواہد کین سخن بیرون بود   آئینہ غماز بنود چون بود؟
آئینہ ات دانی چرا غماز نیست   ز انکہ ز نگار از رخش ممتاز نیست

بالفاظ دیگر مغربی فلسفی لیبنز (Leibniz) کے (Monad) کی مانند ، جسے اقبال بنظر مستحسن(۳) دیکھتے تھے ، بیدل کے ہاں ''آئینہ'' تجدد امثال اور استغراق ذات کی خاطر استعمال ہوا ہے اور اس ضمن میں آپ آئینہ کو حیران باندھنے کی ادبی روایات سے استفادہ کرتے رہے ہیں:

نادم زنی چو آئینہ گرداند ذات رنگ   ابن کار گاہ جارہ چہ مقدار نازک است
حیرت حسنی کہ زد نشتر بہ چشم آئینہ   خشک می بینم رگ جوہر بہ چشم آئینہ

۱۔ روح بیدل ، مطبوعہ مجلس ترقی ادب ، لاہور۔
۲۔ دیکھیے اقبال نامہ ج اول و دوم میں اقبال کی لغوی بحثیں ، اور استنادات۔
۳۔ دیکھیے اقبال کا فلسفۂ تعلیم (بزبان انگریزی) مصنفہ غلام السیدین۔

دل مانی چه نقش ها که ز بست بس که آئینه است حیران است
همچو آئینه چشم عارف را ساز حیرت بصارت دگر است
دل هر ذره ما چشمۂ دیدار تو بود چشم بستیم و هزار آئینه نقصان کردم

خلاصہ یہ کہ بیدل کے ہاں آئینہ اور حیرت کی اصطلاحیں اکثر متحد المعانی استعمال ہوئی ہیں ۔

''افکار لغزیدہ'' کے ایک اور مقام (صفحہ ۹۰) پر اقبال فرماتے ہیں کہ بیدل اور غالب کے اثرات کے فیضان سے وہ اپنی شاعری کے مشرقی مزاج کو برقرار رکھ سکے ہیں : ''بیدل اور غالب نے مجھے سکھایا ہے کہ غیر ملکی نظریات و افکار سے آگاہی رکھنے کے باوجود شاعری کی روح کو کس طرح مشرقی اور کلاسیکی رنگ میں باقی رکھا جائے'' ۔ (ترجمہ)

''حیرت'' اور ''کلاسیکی رنگ'' کے بعد اقبال بیدل کی جنون دوستی (جذبۂ عشق) کی داد دیتے ہیں ۔ عشق و عقل کے مباحث اقبال کے ہاں متنوع اور مطول بحثوں کے حامل ہیں ۔ ان مضمونوں کو اقبال کے معنوی مرشد مولانائے روم نے بشرح و بسط بیان فرمایا ہے اور اقبال بار بار ان کے فیضان کا ذکر فرماتے ہیں ۔ اس کے باوجود اقبال کے جن محبوب شعرا نے اس عنوان پر کرارآ لکھا ہے ان میں بیدل بھی شامل ہیں ۔ بانگ درا کی نظم ''مذہب'' (صفحہ ۲۷۷-۲۷۸) میں اقبال نے افرنگیوں کے الحاد اور محسوسات پرستی پر انتقاد فرمایا اور ''عقل'' کے ساتھ ساتھ ''جذبہ عشق و جنون'' کی ضرورت کے موضوع پر ''مرشد کامل'' (بیدل) کے ایک شعر سے استشہاد فرمایا ہے ۔ نظم کے عنوان میں ''تضمین بر شعر میرزا بیدل'' مرقوم ہے اور اس نظم کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں :

تعلیم پیر فلسفۂ مغربی ہے یہ
نادان ہیں جن کو ہستئی غائب کی ہے تلاش

محسوس پر بنا ہے علوم جدید کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش

کہتا مگر ہے فلسفۂ زندگی کچھ اور
مجھ پر کیا یہ ''مرشد کامل'' نے راز فاش

''با ہر کمال اندکی آشفتگی خوش است
ہر چند عقل کل شدہ ای بی جنون مباش''

اس تضمین میں بیدل کو ''مرشد کامل'' لکھنے سے اقبال کی ارادت و عقیدت واضح ہے ۔ بطور اشارہ یہاں عرض کر دیا جائے کہ ''جذبہ جنون و عشق'' کلام بیدل کے خاص موضوعات میں سے ہے ۔ فرماتے ہیں :

در جنون جوش سویدا تنگ دارد جای من
چشم آهو سایہ افگندہ است بر صحرای من
دهر طوفان دارد از طبع جنون پیمای من
قلقلی دزدیدہ است این بحر از مینای من
شمع صفت دیدنی است عجز جنون زای من
سر بہوا امیدود آبلہ پای من

''عشق'' کے بعد ''سوز و ساز'' بیدل اور اقبال کے مشترک موضوعات میں سے ہے ۔ اقبال کی شاعری ''سوز و ساز'' کا آتشیں مرقع ہے ۔ بال جبریل (صفحہ ۷) میں آپ اس صفت کو اپنا طرۂ امتیاز گردانتے ہیں :

بڑا کریم ہے اقبال بے نوا لیکن
عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

''سوز و ساز'' کے جو مصروف تلازمے اقبال نے باندھے ہیں ان میں ایک ''شمع و پروانہ'' کا ہے ۔ یہ تلازمہ اگرچہ فارسی اور اردو شاعری میں نیا نہ تھا مگر اقبال نے اسے تازہ بتازہ معانی دئیے ہیں مثلاً بانگ درا کی معروف نظم ''شمع اور شاعر'' (صفحہ ۲۰۱-۲۱۶) میں اس موضوع پر کہ پروانوں کو سوزش کی ترغیب و تشویق شمع سے ملتی ہے اور آدمی کو بھی چاہئے کہ وہ دوسروں کی خاطر شمع وار جلتا رہے تا کہ دوسرے اس کے نقش قدم پر چلیں اور ایک دن

پروانہ وار اس کا طواف کرتے نظر آئیں ، علامہ نے مؤثر طور پر روشنی ڈالی ہے ۔ شاعر شمع سے استفسار کرتا ہے :

مدتی مانند تو من ہم نفس می سوختم در طواف شعلہ ام بالی نہ زد پروانہ ؟
از کجا این آتش عالم فروز اندوختی ؟ کرمک بی مایہ را سوز کلیم آموختی

اور اس کے جواب میں شمع کہتی ہے :

شمع محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس لذت سے بیگانے رہے

در غم دیگر بسوز و دیگران را ہم بسوز
گفتمت روشن حدیثی گر توانی دار گوش

شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجام ستم
صرف تعمیر سحر خاکستر پروانہ کر

بیدل نے بھی ان سب معانی کے ساتھ شمع و پروانہ کے تلازمے باندھے اور متعدد اشعار کہے ہیں ۔ ان اشعار کا موضوع بیان بھی اقبال سے ہم آہنگ ہے ۔ ان کی متعدد غزلوں کا قافیہ یا ردیف لفظ ''شمع'' ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ بیدل اور اقبال کے درمیان ایک وجہ موانست یہ عنصر بھی ہے ۔ بانگ درا کی ایک نظم ''عبدالقادر کے نام'' کے عنوان سے ہے (صفحہ ۱۴۰-۱۴۱) ۔ یہاں اقبال نے ''دارد شمع'' کی ردیف میں بیدل کی ایک غزل کے مطلع کی تضمین فرما کر ہمارے اس اشارے کی توثیق کر دی ہے :

اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افق خاور پر
بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

''ہر چہ در دل گذرد وقف زبان دارد شمع
سوختن نیست خیالی کہ نہان دارد شمع''

بیدل کی جس پر سوز غزل کا مطلع علامہ نے تضمین فرمایا اس کے دیگر دو شعر معانی اقبال سے کس قدر مماثل نظر آتے ہیں :

اضطراب و تپش و سوختن و داغ شدن
آنچہ دارد پروانہ ہمان دارد شمع

ضامن رونق این بزم گداز دل ماست
سوختن بہر نشاط دگران دارد شمع

اقبال نے ضرب کلیم میں بھی (ص ۱۱۲) بیدل کے ایک شعر کو تضمین کیا ہے۔ نظم کا عنوان ''مرزا بیدل'' اور موضوع بحث اشیاء کا خارجی وجود ہے۔ خیال پرستی (idealism) کے نشے میں سرشار ہو کر بیدل فرماتے ہیں کہ ''دل کی عدم وسعت'' نے اشیاء کو موجودہ صورت میں جلوہ گر رکھا ہے ورنہ ہمیں کچھ بھی نظر نہ آتا۔ گویا ہمارے قلب کی گیرائی اور گہرائی میں سب کچھ مدغم ہو چکا ہوتا :

ہے حقیقت یا مری چشم غلط بیں کا فساد
یہ زمین یہ دشت یہ کہسار یہ چرخ کبود

کوئی کہتا ہے نہیں ہے کوئی کہتا ہے کہ ہے
کیا خبر! ہے یا نہیں ہے تیری دنیا کا وجود

میرزا بیدل نے کس خوبی سے کھولی یہ گرہ
اہل حکمت پر بہت مشکل رہی جس کی کشود

''دل اگر می داشت وسعت بی نشان بود این چمن
رنگ می بیرون نشست از بسکہ مینا تنگ بود''

''کلیات بیدل'' کا مطالعہ کریں تو بیدل اور اقبال کے ہاں بہت سے مضامین کا کلی یا جزوی اشتراک ملتا ہے مگر ضروری نہیں کہ ان مضامین کو نظم کرتے

وقت اقبال نے کلام بیدل کو پیش نظر رکھا ہو ۔ بہر حال یہاں ہم چند مثالیں پیش کر رہے ہیں :

بیدل : خوی آدم دارم آدم زادہ ام
آشکار آدم ز عصیان می زنم

اقبال : چون برزید آدم از مشت گلی
با دل با آرزوی در دلی
لذت عصیان چشیدن کار اوست
غیر خودہ چیزی نودن کار اوست
ز آنکہ بی عصیان خودی ناید بدست
تا خودی ناید بدست ، آید شکست

بیدل : دانا نبود از هز خویش برد مند
از میوۂ خود بهرہ محال است شجورا

اقبال : آہ ! بد قسمت رہے آواز حق سے بیخبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر

بیدل : بر طبع ضعیفان ز حوادث المی نیست
خاشاک کند کشتی خود موج خطر را

اقبال : سفینہ برگ گل بنا لے گا قافلہ مور ناتوان کا
ہزار موجوں کی ہو کشاش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

بیدل : درین وادی کہ میباید گذشت از هرچہ پیش آید
خوش آن رهرو کہ درد امان دی بیحد فردارا
غبار ماضی و مستقبل از حال شو می جوشد
در امس و زست گم گر بشگافی دی و فردا را

اقبال : "بسا کس اندہ فردا کشیدند
کہ دی می نہ ز فردا را ندیدند"
خنک مردان کہ درد امان امروز
ہزاران تازہ ترغنگامہ چیدند(۱)

بیدل : حیف نشگافیتم پردۂ دل
دانہ بر دست سپہر خرمنہا
بردن دل نتوان یافت ہرچہ خواہی یافت
کدام گنج کہ در خانہ خراب نوینست

اقبال : حسن کا گنج گرانمایہ تجھے مل جاتا
تو نے اے فرہاد کھودا ویرانہ دل

بیدل : چہ لازم با خرد ہمخانہ بودن
دو روزی می توان دیوانہ بودن

اقبال : اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

بیدل : ستم است اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرد و سمن در آ
تو ز غنچہ کم ندمید ، ای در دل گشابہ چمن در آ

اقبال : نیابی در جہان یاری کہ داند دلنوازی را
بخود گم شو نگہدار آبروی عشق بازی را

بیدل : مرغ لا ہوتی چہ محبوس طبائع ماندہ ای
شاہباز قدسی و برجیفہ و مائل چرا ؟

اقبال : جرہ شاہینی بمر غان سرا صحبت مگیر
خیز و بال و پر بگشا پرواز تو کوتاہ نیست

۱ - دو بیتی کا مصرع اول حضرت امیر خسرو دہلوی کا ہے -

بیدل : زیر عالم دل غافلیم ورنہ حباب
سر می اگر بہ گریبان فرد برد دریاست

اقبال : حسن را از خود بردن جشن خطاست ؟
آنچہ می بایست پیش ما کجاست؟

اقبال کی بعض پسندیدہ تراکیب بیدل کے ہاں موجود ہیں مثلاً الطاف عمیم ، ذوق نمود ، لطف خرام ، توسن ادراک ، ذوق تبسم ، برق تجلی ، قافلہ رنگ و بو ، از خود رمید ، مزرع تسلیم ، بانگ درا ، خون جگر اور عشق غیور وغیرہ ۔ البتہ بیدل کے ہاں ان میں سے بعض تراکیب عام معانی میں مستعمل ہیں اور ضروری نہیں کہ ان میں اصطلاحات اقبال کی وسعت مل سکے ۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

زندگی محمل کش و ہم دو عالم آرزوست
می تپددھر نفس صد کاروان ''بانگ درا''

''از خود رمید'' نیست عروج دماغ من
جام نظر ز گردش چشم غزال داشت

ہر غرہ مباشید چہ تحقیق چہ تقلید
اینہا ہم بی حاصلی ''عشق غیور'' است

''مزرع تسلیم'' ادب حاصلم
سر نکشد گردن آب و گلم

سبک کا مطالعہ :

سبک بیدل کا تتبع اقبال کے ہاں بہت کم نظر آتا ہے ۔ صرف زبور عجم حصہ دوم کے اختتامی ابیات اور جاوید نامہ کی ایک غزل میں آہنگ بیدل محسوس ہوتا ہے ۔ منتخبہ امثال ملاحظہ ہوں :

بیدل : میر سید از معاش خندہ عنوانی کہ من دارم
از آب ناشنا تر می شود نانی کہ من دارم

دل آواره با هیچ الفتی راضی نمی گردد
چه سازم چارهٔ این خانه ویرانی که من دارم
ز گلچینان باغ آرزوی کیستم یا رب
پر طاؤس دارد گرد دامانی که من دارم
به حیرت رفت عمر و بر یقین نگشود دم آغوشی
بچشم بسته بر بندند مژگانی که من دارم

اور : مقیم وحدتم هر چند در کثرت وطن دارم
بدر با همچو گوهر خلوتی در انجمن دارم
نفس می سوزم و داغی به حسرت نقش می بندم
چراغی می کنم خاموش و تمهید لگن دارم
ز اسبابم رهائی نیست جز مژگان بهم بستن
درین محفل بچندین شمع یک دامن زدن دارم
حجاب آلود سهو می است مرگ و زندگی ''بیدل''
ازین کسوت که دید می گر برون آیم کفن دارم

اقبال : دو عالم را توان دیدن بمینائی که من دارم
کجا چشمی که بیند آن تماشیا یی که من دارم
و گر دیوانه ای آید که در شهر افکند هوئی
دو صد هنگامه خیزد ز سودائی که من دارم
مخور نادان غم از تاریکی شبها که می آید
که چون انجم درخشد داغ سیما یی که من دارم
ندیم خویش می سازی مرا لیکن از ان ترسم
نداری تاب آن آشوب و غوغایی که من دارم

بیدل : به عجز کوش ز نشو و نما چه میجو یی ؟
بخاک ریشه تست از هوا چه میجو یی ؟
دل گداخته اکسیر بی نیازی هاست
گداز درد طلب کیمیا چه میجو یی

سراغ قافلهٔ عمر سخت ناپید است
ز رهگذار نفس نقش پاچه میجویی
زبان حیرت آئینه این نوا دارد
که ای جنون زده خود را زما چه میجویی
بذوق دل نفسی طرف خویش کن ''بیدل''
تو کعبه در بغلی جا بجا چه میجویی

اور : چو محو عشق شدی رهنما چه می جویی
به بحر غوطه زدی ناخدا چه می جویی
متاع خانه آئینه حیرت است اینجا
تو دیگر از دل بی مدعا چه می جوئی ؟
بسینه تا نفسی هست دل پریشانست
رفوی جیب سحر از هواچه می جوئی ؟
ز حرص دیدهٔ احباب حلقه دام است
تم مروت ازین چشمها چه من جوئی ؟
بجز غبار ندارد تپیدن نفست
ز نار سوخته ''بیدل'' صدا چه می جوئی(۱)

اقبال : بآدمی نرسیدی خدا چه میجویی ؟
ز خود گریخته ای آشنا چه میجویی ؟
دگر بشاخ گل آویز و آب نم در کش
پریده رنگ زباد صبا چه میجوئی
سراغ او ز خیابان لاله می گیرند
نوای خون شدهٔ ما زماچه میجویی
قلندریم و کرامات ما جهان بینی است
ز ما نگاه طلب کیمیا چه میجویی ؟

---

۱ - کلیات بیدل جلد اول ، صفحه ۹۷۷ ۔

متفرقات :

عنوان کی مناسبت سے بیدل کے بارے میں اقبال کے دیگر ارشادات کا احاطہ کر دیا جائے ۔ اپنے ایک مضمون ''اردو زبان پنجاب میں'' اقبال نے بیدل کے دو شعر بایں توصیف نقل کئے ہیں ۔ ۔ ۔ ''کسی شعر یا عبارت کا ۔ ۔ ۔ مفہوم سمجھنا پڑھنے والے کی اپنی طبیعت پر منحصر اور اس کے اندرونی خیالات کے میلان کا نتیجہ ہوا کرتا ہے ۔ میرزا بیدل علیہ الرحمۃ و الغفران فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں :

میوہ و نقل و ترشح ہر یکی بار است و بس
لیک می باید بہر موقع جدا فہمد کسی

تار در ہر جا مقام ساز گردید ست صرف
طبع گر روشن بود ظلمت چرا فہمد کسی ۔ ۔ ''(۱)

مطالعۂ زبان فارسی اور قوت بیان میں قدرت و وسعت کے حصول کی خاطر اقبال کلام بیدل کے مطالعے کی سفارش کرتے ہیں : اس قسم کا ایک خط انہوں نے ضلع گوجرانوالہ کے ایک فاضل شاعر غلام حسین شاکر صدیقی کو لکھا تھا ۔(۲) بیدل کے کلام کی بعض مشکلات مثلاً نادر تشبیہات اور استعارات و کنایات کی فراوانی ایک مسلمہ بات ہے ۔ ان مشکلات کا اعتراف اقبال (اور ان کے پیشرو غالب) نے بھی کیا ہے ۔ آپ کی نظر میں فکر بیدل اپنے عصر سے ''زیادہ پیشرفتہ'' تھی اور اس فکر کو پیش کرنے میں بیدل بعض ایسی تشبیہات استعمال کرتے ہیں جو زبان کے اصول و دستور کی رو سے نادرست تو نہیں مگر افادہ بلاغت سے عاری ہوتی ہیں ۔(۳) اقبال کی نظر میں بیدل اپنی طرز کا موجد اور خاتم ہے اور کوئی نہیں جو اس کے اسلوب کی پیروی کر سکے ۔ اقبال اس شاعر کے مردانہ اور غیورانہ لہجۂ بیان کے بھی دلدادہ تھے ۔ فرماتے تھے حریت

---

۱ ۔ مقالات اقبال ، لاہور ، صفحہ ۳۷ ۔
۲ ۔ انوار اقبال ، مطبوعہ کراچی ، صفحہ ۳۸ ۔
۳ ۔ اقبال نامہ ، ج ۱ ۔

دوستی نے بیدل کے کلام کو ایک آزاد ملک افغانستان میں اس قدر مقبول و مستحسن بنا رکھا ہے اور برصغیر کے غلامی پرورد ماحول میں اسے چنداں تداول حاصل نہیں ہے۔(۱) اس امر کی توضیح کی ضرورت نہیں کلام بیدل افغانستان میں واقعی بے حد متداول ہے اور شاعر کے پر جرأت اور خود داری کے حامل اشعار زبان زد خاص و عام ہیں مثلاً :

طبائع را فسون حرص دارد دربدر بیدل
جہان بزیر استغناست گر باشد حیا اینجا

مرغ لاھوتی چه محبوس طبائع مانده ای
شاهباز قدی و بر جیفه ای مائل چرا ؟

گر دلی داری تو هم خون ساز و صاحب نشه باش
می شدن مخصوص نبود ، دانۀ انگور را

احتیاج خود شناسی جوهر آئینه نیست
من اگر خود را نمی دانم تو می دانی مرا

مثال شعله هم دانست اگر آسودگی خواهی
بصد گردن سره از کف جبین سجده فرسا را

کم ز یوسف نیستی ای قدر دان عافیت
چاه و زندان سختنم گیر ، از صف اخوان بر آ

خاطر گر جمع شد از هر دو عالم فارغی
قطره واری چون گهر زین بحر بی پایان بر آ

تانگر دی پایمال منت امداد خلق
بی عرق گاهی دو پیش از خجلت احسان بر آ

---

۱ - بیدل ، مقدمہ ۔

آبر سی خواهی از اظهار حاجت شرم دار
این ترنم راز ''قانون'' حیا فسرو ده اند

بیدل نئی تراکیب کے علاوہ اپنے کلام میں جدت آمیز محاورے بھی استعمال کرتے ہیں ۔ ''خرام کاشتن'' کو انہوں نے بمعنی ''تیز ترگام زدن'' استعمال کیا ہے ۔ بیدل کے بعض معاصرین سے لے کر موجودہ دور کے کئی نا قدین تک نے اس محاورہ پر اعتراض کیا ہے ۔ اقبال کو یہ محاورہ پسند تھا ۔ خود انہوں نے ''خرام کا شتن'' تو نہیں البتہ ''تیز خرامیدن'' کو استعمال کیا تو بعض ایرانی محققین نے اس پر اعتراض کیا اور دوسروں نے شیخ سعدی کے ''آهسته خرامیدن'' کی مناسبت سے اس محاورہ کا دفاع کیا اور علامہ مرحوم کی جودت شاعری و جلادت طبع کو سراها ہے ۔ بہر حال بیدل کے منقولہ محاورے کی دفاع میں اقبال رقم طراز ہیں :

''محاورے خرام کا شتن'' نے بیدل اور غالب کے درمیان بنیادی فرق کو واضح کر دیا ہے ۔ چونکہ بیدل کا فلسفۂ حیات حرکی ہے ۔ اس کے ہاں یہ محاورہ موجود ہے ۔ غالب کا فلسفہ مائل بہ سکون ہے اور ان کے ہاں یہ بات نہیں'' ۔(١)

غالب کی تقلید بیدل اور اقبال

محولہ بالا اقتباس کے ذریعے ہم بیدل کے ساتھ ساتھ غالب کا ذکر لے آئے ہیں ۔ میرزا اسد اللہ خان غالب بیدل اور اقبال کے مطالعہ کی ایک اہم درمیانی کڑی ہیں ۔ اقبال نے متعدد موارد میں ''بیدل اور غالب'' سے کلام پر یکجا تبصرہ فرمایا اور غالب فہمی کی خاطر مطالعہ بیدل کی اہمیت پر زور دیا ہے ۔ ان کا فرمان ہے کہ میرزا غالب اردو شاعری میں رنگ بیدل قائم نہ رکھ سکے اسی خاطر انہوں نے ''بیدلیت'' کو جلد ہی ترک کر دیا ۔ غالب کی فارسی شاعری اور نثر نویسی پر بیدل کے اثرات کا البتہ اقبال نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے ۔ غالب کا شعر :

سرا پا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

---

١ - روح بیدل : مقدمہ ۔

اقبال فرماتے ہیں : ''. . . . . . . غالب نے اس قسم کے اشعار بیدل کے تتبع میں کہے تھے لیکن یہ رنگ اردو میں کامیاب نہ ہو سکا چنانچہ غالب نے اسے ترک کر دیا'' ۔(۱) ۱۵ فروری سنہ ۱۹۳۷ء کو غالب کی برسی کے موقع پر علامہ نے ''انجمن اردو پنجاب'' کو ایک پیغام دیا تھا اور اس میں فارسی خواں طلبہ کو دو باتوں کی اہمیت محسوس کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی :

''اول یہ کہ عالم شعر میں مرزا عبدالقادر اور مرزا غالب کا آپس میں کیا تعلق ہے ۔ دوم یہ کہ مرزا بیدل کا فلسفہ حیات غالب کے دل و دماغ پر کہاں تک مؤثر ہوا اور مرزا غالب اس فلسفہ حیات کو سمجھنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے'' ۔(۲) اسی سال اپنے خط مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۳۷ء بنام شیخ محمد اکرام میں علامہ مرحوم مکتوب الیہ کی تالیف ''غالب نامہ'' کے بارے میں لکھتے ہیں :

''مجھے اعتراف ہے کہ آپ نے غالب پر ایک نفیس کتاب تالیف کی مگر بد قسمتی سے مجھے آپ کے نتائج بحث سے اتفاق نہیں ہے ۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ مرزا غالب اپنے اردو اشعار میں میرزا بیدل کی پیروی کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں ۔ غالب نے بیدل کے ظاہری اسلوب کی پیروی کی مگر اس کی معنویت سے دور جا پڑے ۔ بیدل کا خیال اس کے معاصرین کی خاطر خاصہ پیشرفتہ تھا ؛ اس بات کے شواہد ملتے ہیں کہ ہندوستان اور باہر کے فارسی خواں طلبہ بیدل کے بیان کردہ مسائل حیات کو سمجھنے سے قاصر(۳) رہے ہیں ۔ '' (ترجمہ)

توضیح

غالب کی بیدل پسندی ایک واضح بات ہے ۔ غالب کے تو دریافت خود نوشت دیوان کا سر آغاز ہی اس طرح ہے کہ آئمہ کرام حضرت علی رض ، حضرت امام حسن رض ، اور حضرت امام حسین رض کے اسمائے گرامی کے بعد بیدل

---

۱ ۔ انوار اقبال ۔

۲ ۔ گفتار اقبال ، مطبوعہ لاہور ، صفحہ ۲۰۷ ۔

۳ ۔ مکاتیب و تحریرات اقبال (انگریزی) ، مرتب بشیر احمد ڈار ۔

کا نام اس طرح مرقوم ہے : ''ابوالمعالی میرزا عبدالقادر بیدل رضی اللہ عنہ'' اس نسخے کی رو سے میرزا نے بہت سے اشعار میں بیدل کے تتبع کا ذکر کیا ہے :

اسد ہر جا سخن نے طرح باغ تازہ ڈالی ہے
مجھے رنگ بہار ایجادی ''بیدل'' پسند آیا

دل کار گاہ فکر و اسد بے نوائے دل
یاں سنگ آستانہ ''بیدل'' ہے آئینہ

وہ نفس ہوں کہ اسد مطرب دل نے مجھ سے
ساز ہر رشتہ پئے نغمہ ''بیدل'' باندھا

آہنگ اسد میں نہیں جز نغمۂ بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ماهیچ

اور ع عصائے خضر صحرائے سخن ہے خامہ ''بیدل'' کا ۔

یہ اشعار ان متعدد ابیات میں سے ہیں جنہیں غالب نے بعد میں حذف کر دیا یا ان میں جزوی ترمیم کی ہے ۔ غالب کی نظر میں بیدل ''قلزم فیض'' اور ''محیط بے ساحل'' تھے ۔ ''مثنوی دقائع قاطع برهان'' میں فرماتے ہیں :

قلزم فیض میرزا بیدل همچنان آن محیط بی ساحل

بیدل کی دو معروف مثنویاں ''طور معرفت'' (یا گلگشت حقیقت) اور ''محیط اعظم'' سنہ ۱۲۳۱ ہجری (تقریباً ۱۹ برس کی عمر میں) غالب کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے ''یادگار غالب'' میں تصریح فرمائی ہے کہ یہ مثنویاں غالب کو بے حد پسند تھیں ۔ پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ان مثنویوں کے مخطوطات پر مرزا غالب کی مہر ثبت ہے اور ڈاکٹر عبدالغنی کے بقول یہ غالب کی مملوکہ رہی ہیں ۔ مذکورہ مثنویوں کی توصیف میں غالب نے ایک ایک شعر بھی مرقوم فرمایا ہے :

ازین صحیفه بنوعی ظهور معرفت است
که ذره ذره چراغان ''طور معرفت'' است

ہر حبابی را کہ موجش گل کند جام جم است
آب حیوان آبجوئی از "محیط اعظم" است

مرزا غالب نے ابتدائے شاعری میں تقلید بیدل کی کوششیں کی ہیں اور نو مشقی کے زمانے کی ان ہی کوششوں کا شاخسانہ ہے کہ غالب کے بعض اشعار کے معانی اب بھی لاینحل یا کم از کم بے حد مختلف فیہ ہیں (اگرچہ انہوں نے اس دور کے بہت کم اشعار اپنے دیوان میں باقی رکھے ہیں)۔ تقلید بیدل کے دور میں غالب کی مشکل گوئی کی عام شکایت تھی۔ شاعر کو بھی اس امر کا بخوبی علم تھا اور وہ با نواع و طرق اپنے مشکل پسند ہونے کو مجاز گردانتا اور اپنے دل کو اطمینان دیتا ہے:

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنا محال ہے

زحمت احباب نتوان داد غالب بیش ازین
ہر چہ می گو ییم بہر خویش می گوئیم ما

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

اور آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ:

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا اسد اللہ خان قیامت ہے

اس طرح غالب اپنے روش خاص پر آ گئے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ "بیدلیت" سے دامن بچا گئے۔ مولانا حالی نے بصراحت(۱) لکھا ہے اور مولانا کی تائید میں دیوان غالب اس بات کا ناطق ہے کہ غالب مدت العمر بیدل کے اثرات سے سرشار رہے ہیں۔ اقبال نے غالب کی فارسی شاعری کے بارے میں کہیں نہیں لکھا کہ آیا اس میں تقلید بیدل نظر آتا ہے یا نہیں؟ غالب کی نظر

۱۔ یادگار غالب، مطبوعہ مجلس ترقی اردو، لاہور، مقدمہ۔

بڑی صائب تھی اور فارسی زبان و ادبیات کی سند کی خاطر وہ ہندی نژاد شعراء کو ماسوا حضرت امیر خسرو دھلوی خاطر میں نہیں لاتے تھے ۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :

اهل هند میں سوائے امیر خسرو دهلوی کوئی بھی مسلم الثبوت استاد نہیں۔ میاں فیضی کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے ۔(۱) ایک دوسرے مکتوب میں رقم طراز ہوئے ہیں :

''فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کی ہے پھر تتبع کلام اهل زبان لیکن نہ اشعار . . . . از شعرائے هندوستان ۔ رود کی ، عنصری ، رشید و طواط ، خاقانی اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بالاستیعاب دیکھا جائے ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے اور ذهن اعواجاج کی طرف نہ لے جائے تب آدمی جانتا ہے کہ هاں فارسی یہ ہے'' ۔(۲) غالب فارسی کے اسالیب شاعری (سبک ها) سے حیرت انگیز طور پر واقف تھے مگر مجال ہے جو کسی هندی زاد شاعر کا ذکر سند کریں ۔ ''اردوئے معلی'' کی ایک عبارت ملاحظہ ہو : ''. . . . . رودکی اور فردوسی سے لےکر سنائی انوری اور خاقانی وغیر هم تک ایک گروہ . . سعدی طرز خاص کے موجد ہوئے ۔ فغانی ایک شیوۂ خاص کا مبدع هوا ۔ اس شیوہ کی تکمیل عرفی ، نظیری ، ظہوری اور نوعی نے کی . . . سلیم رازی ، قدسی اور حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں ۔ تو طرزیں تین ٹھہریں : خاقانی اور اس کے اقران ، سعدی اور اس کے امثال ، صائب اور اس کے نظائر'' ۔(۳) غالب کی فارسی شاعری خصوصاً غزل کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ببانگ دہل دوسرے شعرا کا تتبع کرتے اور ان کے جواب میں لکھتے ہیں ۔ ان کی فارسی غزلوں کے مقطع عام طور پر ان شعراء کی غزلوں کے مطالعے کی دعوت دیتے ہیں جن کے جواب میں وہ لکھی گئی ہیں ۔ جیسے :

هله تازه گشته غالب روش نظیری از تو
سزد این چنین غزل را به سفینه ناز کردن

---

۱ ۔ کلیات غالب، ۱۹۳۱ ، صفحہ ۱۰۰ ۔
۲ ۔ عود ہندی ، صفحہ ۲۵ ۔
۳ ۔ اردوئے معلیٰ ، الہ آباد ، صفحہ ۱۳۱ ۔

جواب خواجہ نظیری نوشتہ ام غالب
''خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم''

این جواب آن غزل غالب کہ صائب گفتہ است
''در نمود نقشہا بی اختیار افتادہ ام''

غالب مذاق ما نتوان یافتن ز ما
رو شیوہ نظیری و طرز حزین شناس

غالب نہ تو آن بادہ کہ خود گفت نظیری
''در کاۂ ما بادۂ سرجوش نکردند''

حلق غالب بگر و دشنۂ سعدی سرود
''خوبر و یان جفا پیشہ وفا نیز کنند''

غالب از صہبا ی اخلاق ظہوری سر خوشیم
پارۂ بیش است از گفتار ما کردار ما

مگر بیدل کے تتبع کا مرزا غالب نے کبھی بھی ذکر نہیں کیا ۔ اس کی وجہ وھی ایرانی و تورانی فارسی کا لحاظ رکھنا ھو سکتی ہے ۔ اگر مرزا ھندی نژاد بیدل کی تقلید کا ذکر کر دیتے تو تمسک باھل زبان کا ان کا خیال باطل ھو جاتا ۔ پروفیسر میرزا محمد منور صاحب نے اپنے ایک مبسوط مقالہ(۱) میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ غالب تقلید تو بیدل کی کرتے ھیں مگر مصلحتاً ایرانی نژاد شعرا کا نام لے لیتے ھیں ۔ بہر حال بیدل کی مثنوی ''طور معرفت'' اور غالب کی مثنوی ''باد مخالف'' کا مطالعہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس مثنوی میں غالب نے بیدل کے فکر و فن کی پیروی کی ہے ۔ جستہ جستہ اپنے اردو اور فارسی اشعار میں غالب نے بیدل کے معانی کو اپنانے کی کوشش کی ہے ۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

بیدل : آهم ز تار سائی شد اشک و با عرق ساخت
پستیت گر خیالت شبنم کند ھوا را

---

۱ ۔ سہ ماہی صحیفہ، شمارہ ۱، سال ۱۹۹۹ء ۔

غالب : ضعف سے گریہ مبدل بہ دم سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

بیدل : مطلبم از می پرستی تر دماغیہا نبود
یک دو ساغر آب دادم گریۂ مستانہ را

غالب : مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے

بیدل : کس ازیں حرمان سراپا ساز جمعیت نرفت
چون سخن تا رفتہ اند از لب پریشان رفتہ اند

غالب : بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا ، وہ پریشان نکلا

بیدل : خلقی بہ عدم دود دل و داغ جگر بود
خاک ہمہ صرف گل و سنبل شدہ باشد

غالب : سب کہاں کچھ لالۂ گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

بیدل : دامن دل گرفتہ ایم ہما
خون مستاں بگردن مینا

غالب : ثابت ہوا گردن مینا بخون خلق
لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

بیدل : ای خوش آن جود کہ از خجلت وضع سائل
لب با ظہار نیارند و بایما بخشند

غالب : بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

بیدل : ساز هستی غیر آهنگ عدم چیزی نداشت
هر نوائی را که دادیدم خموشی می سرود

غالب : نشو و نما ہے اصل سے غالب فروغ کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہئے

بیدل : یاد آزادی است گلزار اسیران قفس
زندگی عشرتی دارد امید مردن است

غالب : ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا ؟

بیدل : بساط زیتی گرم است گو شمع وجہ پروانہ
کف خاکستری در خود فرد بردہ است محفل را

اور : ز سرود قمریان بید است بیدل کا ندریں گلشن
بسر خاکستر است از دور گردن طبع موزن را

غالب : قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ ، نشان جگر سوختہ کیا ہے ؟

بیدل : نیست در دشت طلب بہ کعبہ مارا احتیاج
سجدہ گاہ ماست هر جا نقش پا افتادہ است

غالب : در سلوک از هر چہ پیش آمد گذشتن داشتم
کعبہ دیدم ، نقش پای رهروان نامیدمش

بیدل : همه غیب است ، شهود اینجا نیست
جملہ اختفاست ، نمود اینجا نیست

غالب : ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

بیدل : رنج دنیا ، فکر عقبیٰ ، داغ حرمان ، درد دل
یک نفس هستی هو شم عالمی را بار کرد

غالب : فکر معاش ، عشق بتاں ، یاد رفتگاں
تھوڑی سی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

اس قسم کے کلی یا جزوی اشتراک مضامین کی مزید مثالیں بیدل اور غالب کے ہاں موجود ہیں اور ہمارے خیال میں غالب نے بیشتر موارد میں نہایت مہارت اور جزالت سے تتبع بیدل کا حق ادا کیا ہے ۔ اس تقلد و تتبع میں ہمیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کی بنا پر ہم غالب کی تقلید کو غیر کامیاب قرار دے کر اقبال کی ہمنوائی کر لیں ۔ علامہ مرحوم کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ روش بیدل پر تا دیر نہ چل سکنا ہی غالب کی ناکامی ہے ۔ جناب مجنوں گورکھپوری کا یہ محاکمہ بھی بڑا دل لگتا ہے کہ غالب جدلیت و تضاد کے دلدادہ تو تھے مگر ان باتوں میں تقلید بیدل کوئی آسان کام نہ تھا ۔ ان کے خیال میں غالب اور بیدل کے ہاں توارد ہے نہ اول الذکر نے مؤخرالذکر کا سرقہ کیا ہے بلکہ ایک شعوری تقلید ہے جو ناکام رہی ہے ۔ بہر حال علامہ اقبال کے بیدل اور غالب کے بارے میں فرمودات کو ہم نے بالا جمال یکجا کر دیا ہے اور ''صلائے عام ہے یاراں نکتہ داں کے لئے'' تسلسل تحقیق کے موضوع پر بیدل کا ہی شعر ہے :

ہر کس اینجا از مقام و حال خود گوید
از زبانم حرف او گر بشنوی باور مکن

آخر میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ متعدد شعرائے اردو نے بیدل کی تقلید کی ہے مگر اس ضمن میں ابھی تحقیق ہونا باقی ہے ۔ بطور مثال بیدل اور میر کا ایک ایک شعر ملاحظہ ہو :

بیدل : اگر مرجع زندگی خاک نیست
خمیدن کجا می برد پیر را

میر : نہیں ہے مرجع آدم اگر خاک
کدھر جاتا ہے قد خم ہمارا

استدراک : مطالعۂ بیدل

میرزا عبدالقادر بیدل کے ضخیم کلیات نظم و نثر کو مطالعہ کرنے سے طبائع گھبراتی ہیں اور ان کی مشکل پسندی ضخامت پر مستزاد ہے ۔ (ہمیں بھی جناب سید عبدالواحد معینی صاحب نے ہمت بڑھائی تو اس شذرہ کی تکمیل کی خاطر اتنا کچھ مطالعہ کیا ہے) اس لئے یہاں ہم مطالعہ بیدل کی خاطر چند اہم ماخذ و منابع کی نشاندہی کرنا ضروری جانتے ہیں ۔ بیدل کی نثر و نظم کے مجموعے اور منتخبات برصغیر پاکستان و ہند میں چھپتے رہے ہیں ۔ عباداللہ اختر کی ''بیدل''، ڈاکٹر عبدالغنی کی ''سیرت بیدل'' (انگریزی) اور محمد عطاء الرحمان عطا کاکوی کی ''حیرت زار'' فکر انگیز معاصر تالیفات ہیں مگر سر زمین افغانستان میں کلام بیدل کی مقبولیت کا اور ہی عالم ہے ۔ کابل یونیورسٹی کے شعبۂ تصنیف و تالیف نے ''کلیات بیدل'' کی چار ضخیم و عریض جلدیں (ہر جلد تقریباً ۱۲ سو صفحات) جس اہتمام سے شائع کروائیں اور ڈاکٹر صلاح الدین سلجوقی اور ان کے بعد پروفیسر عبدالحئی حبیبی قندھاری نے نقد بیدل اور دیگر مقالات کو جس اہتمام کے ساتھ مرتب فرمایا نیز خلیل اللہ خان خلیلی نے بیدل کی تالیفات ''چہار عنصر'' اور ''رقعات'' کی مدد سے ''فیض قدس'' نامی فکری سوانح حیات جس قابلیت کے ساتھ لکھی اس کی داد دینا ہی پڑتی ہے ۔ افغانستان کے بعد بیدل کی غیرمعمولی مقبولیت تا جیکستان اور ازبکستان کی قلمرو میں ہے ۔ وہاں کے دانشوروں کی قابل قدر تالیفات میں ''عبدالقادر بیدل'' مصنفہ صدرالدین عینی اور ''بیدل و داستان عرفان او'' مؤلفہ خانم خالدہ عینی شامل ہیں ۔ یہ تالیفات دیکھی جائیں تو فکر بیدل کی عظمت اور ان کی سیرت کا علو مرتبگی دل پر مرتسم ہو جاتی ہے :

بیدل در نسخه و موز اشعار عیبم نکنی به نکتی به نکتهای بیکار
هشدار که در نظم و جود انسان چون ناخن و موست عفو بیحس بسیار